فلسفۂ قربانی

با اصول قرآنی

مولانا عبدالرحمٰن فاضل دیوبند

ناشر

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر

جمعیۃ منزل، بربرشاہ، سری نگر۔ ۱۹۰۰۱

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝
اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

فلسفۂ قربانی

با اصولِ قرآنی

تالیف

حضرت العلام مولانا ابوعبید عبدالرحمٰن صاحب (فاضل دیوبند)

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر
جمعیۃ منزل بربرشاہ، سری نگر۔ ۱۹۰۰۱ (کشمیر)

مفت برائے تقسیم

پیش لفظ

آج جب کہ اسلام کو ہر طرف سے خطرات نے آگھیرا ہے، مادیّت و رأس مالیت کے یلغار نے روحِ اسلام کو مجروح کر دیا ہے۔ اس کے صاف و شفاف جسم کو داغ دار کر دیا ہے تو ضرورت ہے کہ اس کے زخمِ جگر کو دھویا جائے، اس کے پاک جسم سے بدنما دھبّوں کو چھڑایا جائے اور اس کی پاکیزہ تعلیمات کو عام کیا جائے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کا ایک باکردار ادارہ "سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ" جموں و کشمیر نے اصلاح عمل و عقیدہ، فکرِ اسلامی کی تطہیر اور ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے حتی المقدور جد و جہد کر رہا ہے۔ کئی اہم دینی کتابوں کو چھاپ کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کرتا ہے جس کے مطالعہ سے بیشمار لوگوں کو صحیح دین کی سمجھ مل رہی ہے۔

یہ خیراتی ادارہ ہر طرح سے مسلمانوں کی خدمت کرتے رہنا فرض سمجھتا ہے۔ عام مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس کام میں شریک ہو کر فلاحِ دارین حاصل کریں۔

چیرمین

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ، جموں و کشمیر

بربرشاہ، سری نگر ۱۹۰۰۰۱ (کشمیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ

سخنہائے گفتنی

"فلسفۂ قربانی با اصول قرآنی" ایک مختصر رسالہ کتاب و سنت کی روشنی میں مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کیلئے تحریر کیا گیا ہے۔ مصنف شیخ التفسیر حضرت العلام مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل دیوبند ہونے کے ساتھ ساتھ خوش قسمتی سے اہلحدیث ہیں، جستہ جستہ دیکھنے کا موقع ملا جس میں مولانا موصوف نے بروقت قلم اُٹھا کر عوام کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اسلام کے زندہ جاوید ایک عظیم الشان حج کے اجتماع جس کا موقع زندگی میں کسی خوش قسمت کو حسن اتفاق ہی سے میسر آتا ہے

خانہ کعبہ اسلام کا واحد مرکز جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو دنیا کی امامت سونپ دی گئی تو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حجاز میں مکہ کے مقام پر رکھا۔ اسی مقام پر باپ بیٹا دونوں نے دعوت اسلام کے لئے وہ مرکز تعمیر کیا جو کعبہ کے نام سے آج ساری دنیا میں مشہور ہے یہ عمارت عام مساجد کی طرح صرف عبادت گاہ نہ تھی بلکہ اول روز سے ہی اس کو دین اسلام کا عالمگیر مرکز قرار دیا گیا تھا تاکہ ایک خدا اور قدس

کی عبادت کرنے والے ہر جگہ سے کھنچ کھنچ کر یہاں جمع ہوا کریں۔ آنے والے عوام الناس اسلام کا پیغام لے کر پھر اپنے اپنے ملکوں کو واپس جائیں۔ یہی اجتماع تھا جس کا نام حج رکھا گیا۔

اسلام میں حج کی اہمیت

مسلمان بھائیو! آج سے ساڑھے چار ہزار برس پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حکم سے جبل عرفات پر کھڑے ہو کر یہ منادی کی ــــ "خدا کے بندو۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف آؤ، اور زمین کے ہر گوشے سے آؤ۔ نزدیک سے یا دور سے آؤ، پیدل آؤ یا سواری پر آؤ، حج کے لئے آؤ اور ہر سال آؤ ــــ"

لیکن حج اور قربانی کی سعادت کا موقع تو ہر سال نیک بخت اور صاحب استطاعت مسلمان کو ملتا رہتا ہے۔

اسلام میں قربانی کی اہمیت

عیدالاضحیٰ کے موقع پر سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہوئے اور اپنے رب کے حضور قربانی پیش کرتے وقت اسلام اور پاکستان کے تحفظ کے تحفظ کیلئے قربانی دینے کا بھی عہد کیجئے۔ مسلمان بھائیو! نظام مصطفیٰ کے لئے متحد ہو جاؤ قرآن و سنت کا نفاذ کرو، کتاب و سنت کے مقابلہ میں فتوائے عالمگیری کا نام پیش کرنے سے توبہ کرو، ورنہ مارے جاؤ گے۔

سید الرسل محمد رسول اللہ سے آگے نہ بڑھو

اہلحدیث کا دستور العمل صرف قرآن و حدیث ہی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پ٢٦

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔

مسلمان بھائیو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میرے پیارے پیغمبر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ اہلحدیث کا دستور العمل صرف کتاب و سنت ہی ہے اور اہلحدیث کا مقلد سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ ہر مقلد اپنے امام کا قول پیش کرتا ہے: تاریخ گواہ ہے کہ اہلحدیث نے کبھی کسی کا قول پیش نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرآن حکیم اور سید الکونینؐ کا فرمان یعنی حدیث نبویؐ پیش کرتے ہیں۔

ہوتے ہوئے مصطفےٰؐ کی گفتار
مت دیکھ کسی کے قول اور کردار

مسلمانو تقلید شخصی سے بچو! اسلام میں تقلید شخصی کا ہرگز وجود نہیں ہے بلکہ قرآن حکیم نے یہود و نصاریٰ کو احبار و رہبان کی تقلید شخصی اختیار کرنے پر سخت مذمت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ: پ سورۃ توبہ

یعنی یہود و نصاریٰ نے ٹھہرائے ہیں اپنے عالم اور درویش خدا، اللہ کو چھوڑ کر۔

یہود اور نصاریٰ نے اپنے پیر و مرشد حضرات کو سوائے اللہ تعالےٰ کے ان کو رب بنا رکھا ہے، عالم اور درویشوں کے حرام و حلال میں ان کی تقلید کرتے تھے۔

کرو دوستو دل سے اطاعت نبیؐ کی
نہیں فرض تقلید تم پر کسی کی

مسلمان بھائیو! کتاب و سنت کا پرچار کرنے والے مبلغین ہی درحقیقت سید الکونین سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہیں اور انہی کو اہل بصیرت ہونے کا اعزاز حاصل ہے آپ کے نقش قدم پر چلنا اور اور اُن کی زندگی کے ہر ہر مرحلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمدہ نمونہ تصور کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں، جو میرے پیارے پیغمبر محمدؐ رسول اللہ تمہیں دیں اسے قبول کرو اور جس سے منع کریں اُس سے رُک جاؤ۔

مسلک اہلحدیث

مسلمان بھائیو ہماری نجات کس میں ہے، جو دے تم کو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے لو اور جس سے روکے تم کو پس رک جاؤ، مسلک اہلحدیث کی بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ؎

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
پ ۲۸ ع

اور جو دے تم کو پیغمبر بس لے اور جس سے روکے تم کو، پس رک جاؤ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، کیوں کا اس کا عذاب سخت ہے۔

سید الکونین کی اُمت کو وصیت

حضرت مالک بن انسؓ سے مروی ہے، سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسلام صرف قرآن و حدیث دونوں چیزوں کے اندر مکمل ہو گیا ہے۔

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ وَرَسُوْلِہٖ ، (موطا امام مالک)

میں نے تم میں (اے امت) دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول اللہ کی حدیث،

ہم کو کافی ہیں دو ہادی ہدایت کیلئے
ایک قرآن دوسرا ہے سنت خیر الوریٰ

سنت نبوی پر عمل کرنے سے سو شہیدوں کا مرتبہ

سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص میری سنت پر عمل کرے گا اس کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ ۰ مشکوٰۃ شریف۔

میری امت کے فساد (بگڑنے) کے وقت جس شخص نے میری سنت (حدیث) کو مضبوط پکڑا اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب بے دینی اور بدعملی کا دور ہوگا، میری سنت کو چھوڑ کر بدعت پر عمل کرنے لگ جائیں گے قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْل پر اقوال رجال کو مقدم سمجھنے لگیں گے۔

آج بھی ایسے ہی لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن حکیم اور حدیث نبوی

کے مقابلہ میں فتوے عالمگیری پیش کرتے اور دعوے صرف اہلسنت والجماعت کا کرتے ہیں، دوستو آگے ایک واقعہ آرہا ہے کچھ خدا کے واسطے غور کرو۔

جس دن ناعاقبت اندیش انسان مارے افسوس کے اپنے دونوں ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائے گا اور کہے گا۔

راہ خدا سے بھٹکے ہوئے قیامت کے دن واویلا کریگا

یٰلَیۡتَنِی اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِیۡلًا۔ پ ۱۹ ع ۱

کہ اے کاش میں نے پیغمبرؐ کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔

سید الکونین محمد رسول اللہ کے فیصلہ سے انکار کرنے کا نتیجہ

ایک دفعہ امام الانبیاء و سید الکونین سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق کا آپس میں کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف سے فیصلہ کرائیں مگر یہودی نے محمد مصطفےٰؐ سے فیصلہ کرانے کو کہا کیونکہ یہی فیصلہ حضورؐ کا ہے چنانچہ دونوں آنحضرت کے دربار عالیہ میں گئے۔ دونوں کی بات سن کر حضورؐ انور نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ منافق کچھ ناراض ہو گیا اور یہودی سے کہا چلو حضرت عمرؓ سے نظر ثانی کرالیں کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ کا فیصلہ بہت سخت ہوتا ہے۔ دونوں دربار فاروقیؓ میں پہنچے۔ منافق نے بڑی ہوشیاری سے کہا کہ میرا حق ہے، اور جب یہودی سے پوچھا تو یہودی نے کہا کہ میں حضرت عمرؓ کی جناب

میں زیادہ باتیں نہیں کرتا اس جھگڑے کا فیصلہ پہلے ہی سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں اب یہ منافق نظر ثانی کے لئے آیا ہے حضرت عمر فاروق سخت غصہ و غضب میں آگئے اور اندر سے تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا کر رکھدی۔

حضرت عمرؓ نے اس منافق کو قتل کر دیا فاروق اعظم نے اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا:

هٰذَا قَضَاءُ مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی فیصلہ ہے اس شخص کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر رضامند نہیں ہوتا

حضرت عمرؓ پر خون کا دعویٰ اس مقتول کے وارثوں نے سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں حضرت عمرؓ پر خون کا دعویٰ دائر کر دیا کہ حضرت عمرؓ نے ایک انسان کو قتل کر دیا ہے، سید الکونین قاضی ہیں، دوسری طرف حضرت عمرؓ موجود ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آگئے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

مجھے میرے رب ہونے کی قسم یہ مسلمان نہیں،

حدیث کے مقابلہ میں قول پر عمل کرنے والے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اے پیارے پیغمبر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیرا فیصلہ پسند نہ آیا اور تیرا فرمان نہ بھایا تیرے فیصلے سے منہ موڑا اور حدیث نبوی کو چھوڑ کر امتی کے قول کو ڈھونڈنے لگے، اللہ تعالیٰ انکی منافقت کو خوب جانتا ہے، فاروق اعظم پر ان کا دعوی استغاثہ

نہیں چل سکتا فرمان نبوی بھی حدیث پاک کی موجودگی میں حضرت عمرؓ کا چاہتے ہیں۔
یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا — تیرے فیصلہ سے رک رک جاتے ہیں۔
ہاں ہاں یہ منافق بے ایمان ہیں، خداوند قدوس نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ
حضرت عمرؓ نے مسلمان کو نہیں مارا بلکہ منافق کو قتل کیا ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو
جیسے سید الکونین ؐ کی ذات انبیاء میں آخری ذات ہے، ایسے ہی پوری کائنات
میں سید الرسل ؐ کی بات آخری بات ہے۔

یہی فیصلہ ہے کتاب ھُدیٰ کا
کہ دشمن نبیؐ کا دشمن خدا کا

قرآن مجید کا فیصلہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ — اگر تمہارے درمیان کسی مسئلہ میں جھگڑا ہو جائے
اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِ (پ ۵ ع ۵) — تو اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔

ے سچ حدیث نبیؐ سرور دی خوب نکھیڑا ٭ جنہاں اس تھیں نفرت کیتی ڈب گیو نے بیڑا

مجھے افسوس ہے کہ آج مسلمان کہلانے والے قربانی کا انکار کرتے ہیں۔ جو
سب پیغمبروں کی سنت رہی ہے اور کتاب و سنت سے ثابت ہے۔
سید الکونین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیْ — یعنی ہماری قربانیوں کی حقیقت کیا ہے
سید الرسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا
هِیَ سُنَّةُ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْمَ — یعنی یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے
حضرت ابراہیمؑ نے اپنی طرف سے بیٹے کی جان کی قربانی دی تھی، اللہ تعالےٰ کی

قدرت بھی کہ اس نے بیٹے کو ذبح نہ ہونے دیا بلکہ اس کی جگہ دُنبہ ذبح کرا دیا مگر حضرت ابراہیمؑ کا ارادہ عملی انسانی قربانی کا تھا نہ کہ حیوانی۔ بلکہ انسانی قربانی کی مشق ہے تاکہ مسلمان ہر سال اپنی جانوں کی قربانی کرنے کی تیاری کرتے رہیں اور جب قربانی کا وقت آئے تو خلوص دل سے جان کی قربانی پیش کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہر قوم و ملت کیلئے ہم نے قربانی مقرر کر دی ہے۔

قربانی کا گوشت

قربانی کا گوشت خود کھائے اور رفقاء حضرات اور محتاجوں اور فقیروں کو کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ — قربانی کے گوشت میں سے خود کھاؤ۔ محتاجوں اور فقیروں کو کھلاؤ۔

قربانی کا وقت

علماء کی صحیح تحقیق کے مطابق قربانی کا وقت ذبح کے وقت دسویں تاریخ سے ایام تشریق تک چار دن غروب آفتاب تک ہے اس حساب سے قربانی کی تمام مدت یوم نحر اور اس کے بعد تین دن ہوئے اور کل چار دن قربانی کے بنتے ہیں۔

قربانی کے کتنے دن ہیں

قربانی کے کتنے یوم ہیں حنفی حضرات اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں حنفی حضرات غلطی پر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عید کے روز کے بعد صرف دو دن قربانی جائز ہے۔ سید الکونین سرور دو عالم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ فداہ ابی و امی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایام قربانی عید کے بعد تین دن ہیں یعنی چار دن قربانی کے بنتے ہیں۔ یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے۔

خاتم الانبیاء سید الرسلؐ کا ارشاد! ابن حبانؒ نے بھی اس حدیث کو مرفوع قرار دیا ہے اور امام احمدؒ نے بھی اور دار قطنی نے یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے۔

كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ یعنی سارے تشریق کے دن ذبح قربانی کے دن ہیں۔

مسلمان بھائیو! سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ الرسول میں دس سال قیام پذیر رہے اور ہمیشہ قربانی کرتے رہے، حالاں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مالدار نہ تھے کہ ان پر زکوٰۃ دینا واجب ہوتی، مگر باوجود اس کے قربانی ضرور کیا کرتے تھے تاکہ امت پر اس کی عظمت واضح ہو جائے اور کوئی انکار نہ کر سکے۔

دوستو اور بزرگو آپ کی خیر خواہی ہے، قربانی خریدنے کے وقت اچھی طرح جانور کو دیکھ لو کہ جانور بے عیب ہونا چاہیئے۔

دعا ہے اللہ تعالے ہر مسلمان کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

مرزا محمد اسحاق زیدی

(ناظم) **ادارہ اشاعۃ السنۃ المحمدیہ**

نشاط ہوٹل بلڈنگ

کچھوانہ بازار فیصل آباد

تقریظ

خطیب ملت فاضل نوجوان مولانا محمد یوسف صاحب انور
ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت شبان اہلحدیث پاکستان

قربانی کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور نزدیکی حاصل کی جائے، ہر عبادت کی غرض و غایت قرب الٰہی ہے اسی لئے اس کا ثبوت ہر ملت میں پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے :-

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا ـــــ ہر قوم و ملت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کر دی ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قربانی ایک عالمگیر چیز ہے جس کا رواج ہر قوم میں موجود ہے، در اصل دینی و دنیوی اعتبار سے ترقی اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ایثار و قربانی کی جائے ؏

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے!
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

جان اور مال دونوں خدائی عطیہ ہیں ضرورت پڑنے پر نہ مال سے دریغ کیا جائے اور نہ جان سے، بلکہ خالق ارض و سما کے حکم پر دونوں کی قربانی پیش کرنے کے لئے ہر لمحہ تیار رہنا چاہیئے۔ عید قربان کے موقع پر جانوروں کی قربانی پیش کر کے سنتِ ابراہیمی پر عمل پیرا ہونے کا حکم احادیثِ رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید دونوں سے ثابت ہے مگر منکرین حدیث کا ایک ٹولہ اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے پڑھے لکھے طبقے کو دھوکے میں مبتلا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قربانی کا ذکر یا حکم قرآن مجید میں نہیں ہے۔ نیز قربانی صرف حجاج کے لئے ضروری ہے اور مکہ معظمہ سے باہر لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ زیر نظر رسالہ "فلسفۂ قربانی" اسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے حضرت العلام مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی مختصر مگر جامع تصنیف ہے۔ مولانا موصوف کو اللہ تعالیٰ نے جن وافر صلاحیتوں سے نوازا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ مختصر تقریر یا تحریر کے ذریعہ بے شمار مسائل کا حل فرما دیتے ہیں فرمانِ رسالتؐ مآب بھی یہی ہے :-

خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ — بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو

محترم مولانا نے منکرینِ حدیث کے اعتراض کا دندان شکن جواب دینے کے ساتھ ساتھ قربانی سے متعلقہ جملہ امور "فلسفہ قربانی"، قربانی کے جانوروں کی شرائط۔ عقیقہ اور قربانی میں فرق اور قربانی کا آخری وقت وغیرہ اہم مسائل بھی بڑی شرح و بسط سے حل فرما دیئے ہیں، جن کا سمجھنا نہ صرف علماء و طلبہ بلکہ تمام اہل اسلام کے لئے نفع بخش ہے۔

ہمارے منہمک فی التبلیغ رفیق مرزا محمد اسحاق صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مصنف کی گرانقدر علمی محنت سے قارئین

کو مستفید فرمانے کے لئے دار المطالعہ ادارہ اشاعۃ السنۃ المحمدیہ کے زیر اہتمام متذکرہ رسالہ کو طبع کرایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف اور ناشر کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

محمد یوسف انور
خطیب جامع رحمانیہ
مندر گلی فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اوّل

انگریز نے امت مسلمہ میں مختلف فتنوں کو جنم دیا ان میں جعلی نبی پیدا کئے، مسلمان فرقوں کو باہم دگر دست وگریبان کیا۔ اس کے ساتھ ایک ایسا گروہ پیدا کیا جس نے حدیث نبوی ﷺ سے انکار کر دیا۔ مزید ستم ظریفی ہے کہ یہ منکرین حدیث ایسے لوگ ہیں جنکو سرے سے علوم احادیث کا علم تک نہیں لیکن دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ حدیث نبوی جعلی اور اختراعی باتیں ہیں جو عجمی سازش سے تیار کی گئی ہیں اگر ان کی اس بات کو تسلیم کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے نبی ﷺ کی کوئی تاریخ ہی نہیں کیونکہ حدیث تاریخ نبوی کا دوسرا نام ہے۔ حدیث کی تین قسمیں ہیں اقوالِ نبی ﷺ، افعال نبی ﷺ، اور احوالِ نبی ﷺ یعنی پیغمبر نے جو کچھ فرمایا اور جو کام کر کے امت کو دکھایا اور اپنے سامنے امت سے جو کام کروایا انہی تین اقسام کا نام حدیث ہے اور یہی درحقیقت تاریخ پیغمبر ہے اگر منکرین حدیث کے دعویٰ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس امت کے پاس اپنے نبی ﷺ کی کوئی تاریخ ہے ہی نہیں اور یہ لوگ عوام کو اس طرح فریب دیتے ہیں کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ حدیث کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ کتاب اللہ کے اصولوں کا عملی نمونہ حدیث رسول ﷺ ہے ہاں یہ درست ہے کہ بعض مفاد پرستوں اور علماء سُوء نے جعلی حدیثیں بھی بنائی تھیں مگر علماء ربانی

نے ان کی تردید کے لئے مایۂ ناز کارنامہ انجام دیا چنانچہ سب سے پہلے صنادیدِ حدیث نے کتاب سے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے راوی ہیں ان راویوں کے حالات کی چھان پھٹک کر کے سچے اور جھوٹوں کو ممیز کیا اور اس طرح پانچ لاکھ علمائے حدیث کی مکمل تاریخ محفوظ کر کے امت کیلئے قابل فخر ورثہ چھوڑا یہ وہ کارنامہ ہے کہ یورپ کے جدید مورخین نے اس کو ملت اسلامیہ کا امتیازی شاہکار قرار دیا ہے۔ اس علم کا نام علم اسماء الرجال ہے۔ دفتروں کے دفتر یعنی ضخیم ترین کتابیں اس فن میں تصنیف کی گئی ہیں پھر دوسرے نمبر پر اصول تنقید حدیث کا علم وضع کیا گیا جس میں ہر حدیث کو علمی و فنی اور شرعی اصولوں پر پرکھا جاتا ہے تیسرے نمبر پر علم مسانید وضع کیا گیا جس میں ہر صحابی رضی اللہ عنہ سے جتنی احادیث روایت ہیں ان سب کی نشاندہی کر دی گئی تاکہ اگر کوئی شخص کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف کسی روائت کو منسوب کرے تو اس علم سے تطابق کیا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث اس صحابی سے منقول بھی ہے یا کہ نہیں۔ چوتھے نمبر پر علم معاجم وضع کیا گیا جس میں ایک محدث اپنے تمام شیوخ کی روایات جمع کر دیتا ہے جس میں صحابہ کے شاگردوں اور ان کے بھی شاگردوں کے نام ذکر کئے گئے تاکہ اگر کوئی شخص کسی صحابی سے مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کوئی روائت نقل کرتا ہے تو اس علم میں یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ کیا انس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں یا ان شاگردوں کے شاگردوں میں اس نام کا کوئی راوی ہے یا نہیں۔ پانچویں نمبر پر جعلی حدیثوں کو علیحدہ کتابوں میں جمع کیا گیا جن کتابوں کا نام بھی موضوعات ہے یعنی وضع کی ہوئی اور گھڑی ہوئی حدیثیں جو امت میں مشہور ہو چکی ہیں! ان پانچ علوم میں ضخیم کتابیں تصنیف کی گئی

ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ جو ان علوم سے بے بہرہ ہیں ان کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حدیث کو صحیح یا غلط قرار دیں مگر آج حالت یہ ہے کہ جو لوگ عربی کی ابجد تک نہیں جانتے وہ بھی اپنے آپکو منکرِ حدیث کہلاتے ہیں اسی انکارِ حدیث کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی کھڑا کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ سے باہر کی دنیا میں جو مسلمان قربانی کرتے ہیں اس کا ثبوت قرآن میں نہیں ہے لہٰذا یہ سب قربانیاں غلط رسم کے طور پر کی جا رہی ہیں ان کو بند کرنا چاہیئے چونکہ قربانیوں کا ثبوت صرف حدیثوں سے مل رہا ہے اور حدیثیں غلط ہیں لہٰذا یہ قربانیاں بھی غلط ہیں ہم اس رسالہ کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ قربانی قرآنِ کریم میں مذکور ہے اور ابتدائے آفرینش سے ختم المرسلینؐ تک سب نبیوں کی یہ سنت رہی ہے۔ سب سے پہلے ہم قربانی کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے صرف قرآنی نقطۂ نظر سے پھر قرآنِ کریم سے قربانی کا ثبوت پیش کریں گے اس کے بعد احادیثِ نبویہ سے مزید تشریح پیش کریں گے اور آخر میں ان غلط رسوم کا رد کرینگے جو مسلمانوں نے قربانی کے معاملہ میں اختیار کر رکھی ہیں، لہٰذا ہمارے اس رسالہ کے یہی چار عنوان ہیں یعنی تاریخ قربانی، قربانی کا قرآنی ثبوت، قربانی کا احادیث سے ثبوت اور قربانی میں غلط رسوم کی تنسیخ و تردید۔

تاریخ قربانی قرآن کی رُو سے

قرآن کریم میں یہ واضح ارشاد موجود ہے کہ آدم کے دو بیٹوں نے قربانی کی اُن میں سے ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی جس کی قربانی قبول نہ ہوئی اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو جسکی قربانی قبول ہوئی تھی، قتل کر دیا مگر چونکہ یہ نوعِ انسان میں سب سے پہلی موت تھی اس لیئے قاتل کو لاش ٹھکانے لگانے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا بنابریں خداوندِ قدوس نے دو کوّے بھیجے ایک کوّے نے دوسرے کو مار ڈالا اور اس کے بعد اپنی چونچ اور پاؤں سے ریت میں گڑھا بنا کر مردہ کوّے کو دبا دیا۔ قاتل نے اس کوّے کی اس حرکت سے سبق سیکھا اور اپنے مقتول بھائی یعنی شہید بھائی کی لاش کو اسی طرح گڑھا کھود کر دفنا دیا یہ واقعہ قرآن کریم کی سورۃ مائدہ میں تفصیلاً مذکور ہے اس سے ثابت ہؤا کہ آدم کے یہ دو بیٹے بلا واسطہ بیٹے تھے ایسا نہیں ہے کہ نسلِ آدم میں سے کوئی دو بھائی تھے کیونکہ اگر بعد کی نسل کے یہ دونو بھائی ہوتے تو لاش دفنانے کا طریقہ انہیں معلوم ہوتا۔ لاش دفنانے کے طریقہ کا معلوم نہ ہونا یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ آدم علیہ السلام کے بلا واسطہ صلبی حقیقی بیٹے تھے پوتے یا پڑپوتے نہ تھے جیسے بعض لوگ غلط طور پر سمجھے ہوئے ہیں اس واقعہ سے ثابت ہؤا قربانی کی ابتدا حضرت آدم کے وقت سے ہی ہو چکی تھی پھر اس کے بعد طویل عرصہ تک ان جانوروں اور انسانوں دونوں کی قربانی کا رواج رہا یہاں تک کہ صدیوں بعد حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے بھی وحی کی ہدایت کے ساتھ اپنے بیٹے کی قربانی پیش کی جبکہ خداوندِ

قدوس نے عین اسوقت ندا دی جب ابراہیم اپنے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ چکے تھے کہ اے ابراہیم ہم نے تیری آزمائش پوری طرح سے کرلی، تو اپنی آزمائش میں پورا ہوگیا لہٰذا آج سے ہم انسانی قربانی کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کرکے اسکی جگہ ایک عظیم قربانی تیری یاد میں جاری کرنے والے ہیں۔ وہ عظیم قربانی یہی ہے جو دنیا جہان کے مسلمان آج انجام دے رہے ہیں۔ یہ قربانی کسقدر عظیم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو گذرے ہوئے تقریبًا پانچ ہزار برس گزر چکے ہیں مگر آج تک دنیا کروڑوں کی تعداد میں ہر سال اس ابراہیمی قربانی کی یاد تازہ کیئے ہوئے ہے اس سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ جانور کی قربانی درحقیقت مشق ہے اپنی جان کی قربانی کی جیسے مصنوعی جنگ کے ذریعہ اصلی جنگ کی مشق کرائی جاتی ہے بعینہٖ اسی طرح جانور کی قربانی کی مصنوعی صورت ہے۔

یہی مقصد اس حدیث کا ہے جس میں صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے سوال کیا۔

مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيُّ — یعنی ہماری قربانیوں کی حقیقت کیا ہے

تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

هِيَ سُنَّتُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ — یعنی یہ تمہارے والد ابراہیم کی سُنّت ہے۔

اس سوال وجواب میں یہی نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی طرف سے بیٹے کی جان کی قربانی دی تھی یہ تو خدا کی قدرت تھی کہ اس نے بیٹے کو ذبح نہ ہونے دیا بلکہ اس کی جگہ دُنبہ ذبح کرا دیا۔ مگر ابراہیمؑ کا ارادہ اور عمل انسانی قربانی تھا نہ کہ حیوانی۔ پس قربانی انسانی قربانی کی نہ صرف یاد ہے بلکہ انسانی قربانی کی مشق ہے تاکہ مسلمان ہر سال اپنی جانوں کی قربانی کرنے کے لئے تیاری کرتے رہیں اور جب جانی قربانی کا وقت آئے تو خلوصِ دل سے جان کی قربانی پیش کردیں۔ قرآن کریم نے جانی قربانی کا

صرف ایک ہی مصرف بتایا ہے اور وہ ہے جہاد۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ حج میں جہاں پہلے قربانی کا ذکر ہے اس کے فوراً بعد جہاد کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے اس قرآنی ترتیب سے بھی ثابت ہوا کہ حیوانی قربانی ذریعہ ہے جانی قربانی کی تیاری کا، بذاتِ خود مقصد نہیں بلکہ مقصد کا ذریعہ ہے جیسے فوجوں کی پریڈ مقصد نہیں بلکہ ذریعہ ہے اصل جنگ کا۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں قربانی کی یہ روح نہیں ہے تو ان کی قربانیاں رسمی ہیں خدا کے ہاں ان کی کوئی قدر نہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ "اللہ تک تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے"۔ تقویٰ قرآن کی جامع اصطلاح ہے جس کے معنی ہیں وفادارانہ ایثار و قربانی، بس یہی وفادارانہ ایثار روحِ قربانی ہے اس روح کو نیت اور ارادہ میں ملحوظ رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اسی روح کو زندہ رکھنے کے لئے حضرت آدمؑ سے حضرت خاتم النبیینؐ تک سب نبیوں نے سنت قربانی کو جاری رکھا تاکہ خدا پرستوں میں جان کی بازی لگا دینے کا جذبہ ہر وقت موجود رہے اور اس وجہ سے قربانی کو مسلمان امت کا شعار قرار دیا گیا ہے اور شعار کے معنی امتیازی نشان کے ہوتے ہیں۔ انسانی حکومت کا خصوصی نشان مادی ہوتا ہے۔ مگر خدائی حکومت کا امتیازی وصف عملی ہوتا ہے جو ہر امت کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے پس قربانی خواہ جانور کی ہو یا جان کی یہ مسلمانوں کا شیوۂ حقیقی ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر مسلمان ہی نہیں ہے۔

قربانی کا قرآنی ثبوت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کے چار سال بعد جب اسلام کا آغاز فرمایا تو اس کے فوراً بعد بنیادی احکام دو تین سال کے اندر اندر نازل ہو چکے تھے گو ان کے عمل کا وقت مدینہ میں جا کر میسر آیا جیسے بخاری و مسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ سورۂ مزمل کا پہلا رکوع نبوت کے چوتھے سال کے آغاز میں نازل ہوا اور دوسرے رکوع کا نزول چوتھے سال کے اختتام پر ہوا اور اسی دوسرے رکوع میں یہ حکم موجود ہے کہ

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی نماز کو قومی سطح پر نافذ کرو۔

کیونکہ لفظِ اقامت مادۂ قوم سے بنا ہے جہاں بھی نماز قائم کرنے کا حکم ہے وہاں مراد ہے جماعتی طور پر نماز پڑھنا نہ کہ انفرادی۔ ایسے ہی زکوٰۃ سے مراد اسلام کا ترقیاتی نظام معاش ہے کیونکہ لفظ زکوٰۃ کے معنی ہی ترقی ہیں۔

یہ دونو ں احکم تو نبوت کے چوتھے سال نازل ہوتے ہیں لیکن عمل کا وقت نو سال بعد ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر شروع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گو پانچ نمازیں نبوت کے بعد گیارہویں سال فرض ہوئی تھیں مگر جماعت فرض نہ تھی۔ جماعت ہجرت کے بعد اس وقت فرض ہوئی جب اسلامی ریاست قائم ہو گئی۔ ایسے ہی معاشی نظام بھی ہجرت کے بعد شروع ہوا اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں حکم نو سال پہلے نازل ہو چکے تھے لیکن عمل کا وقت نو سال بعد

ہے۔ اسی قاعدہ کی روشنی میں قربانی کا مسئلہ بھی آتا ہے۔ نبوت کے بعد پانچویں سال سورۂ کوثر نازل ہوتی ہے جس میں حکم ہے کہ

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ یعنی اپنے رب کی نماز اور قربانی کر۔

مگر اس قربانی کا وقت نزول سے دس سال بعد شروع ہوتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلامی حکومت کو استحکام مل گیا چنانچہ ہجرت کے دو سال بعد قربانی پر عمل شروع ہوتا ہے اس سے ثابت ہؤا کہ قرآن نے وَانْحَرْ کا حکم دے کر قربانی کو خود فرض کر دیا ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حاجی مکہ میں جو قربانی کرتے ہیں اسکو ہدایا کہا جاتا ہے یہاں ہدایا کا حکم نہیں بلکہ نحر کا حکم ہے جس کے معنی قربانی کے ہیں ہدایا کے نہیں پس یہ حکم حاجیوں کے لئے نہیں بلکہ عام مسلمانوں کے لئے ہے کیونکہ حج تو ہجرت کے نو سال بعد شروع ہوتا ہے، لہٰذا وَانْحَرْ سے مراد صرف قربانی ہے دوسری دلیل ہے کہ قرآن کریم نے سورۂ حج میں رکوع نمبر ۳ سے ۴ تک حاجیوں کے ہدایا کا ذکر کیا ہے گو ہدایا بھی قربانی کی ایک قسم ہے اور اس کو بھی شعائر اللہ قرار دیا ہے یعنی خدائی نشانات۔ پھر چوتھے سے پانچویں رکوع تک حج کا کوئی ذکر نہیں نہ بیت اللہ کا ذکر ہے بلکہ عام مسلمانوں کو قرآن کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی ہے اور تمہارے لئے بھی قربانی مقرر ہے۔ جو شعائر اللہ میں سے ہے یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لفظ قربانی عام ہے کوئی جان اللہ کے نام پر قربان کر دینا خواہ جان انسانی ہو یا حیوانی! مگر اس کو دو قسمیں ہیں ایک کا نام ہدایا ہے اور دوسری کا نام نُسک ہے ماہر لغت

امام ثعلب نے تحریر فرمایا ہے کہ ہدایا وہ قربانی ہے جو حاجی لوگ مکہ مکرمہ میں دیتے ہیں اور نسک وہ قربانی ہے جو مکہ سے باہر دنیا میں کی جاتی ہے چنانچہ اس فرق کی روشنی میں سورۂ حج کے چوتھے رکوع میں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ نُسک ہے ہدایا نہیں ہے ارشادِ ربانی ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ۔ یعنی ہم نے ہر امت کے لئے قربانی اس لئے مقرر کی ہے تاکہ اللہ کا نام یاد رکھیں۔

دوسری جگہ اس سورۃ میں ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ (یعنی ہر امت کیلئے قربانی مقرر کی ہے)

چنانچہ ان نصوص میں صاف طور پر قربانی کا ذکر ہے، ہدایا کا نہیں جو حاجی لوگ خاص طور پر مکہ مکرمہ میں کرتے ہیں۔ اس ارشاد ربانی پر آپ بار بار غور کریں گے تو عظمتِ قربانی آپ پر واضح ہوتی جائے گی۔ پورا رکوع عظمت قربانی کے لئے مختص ہے۔ اس قرآنی ارشاد کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے ہم قرآن کے پیش کردہ ان دو دلائل پر اکتفا کر کے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے ہیں اور اگلے حصہ میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی کی تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

احادیثِ نبویہ سے قربانی کا ثبوت

احادیث نبویہ کا حجت و دلیل ہونا ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ ائمہ حدیث نے کن کن اصولوں سے صحیح اور غلط روایات کو علیحدہ کر کے امت مسلمہ پر احسان عظیم کیا ہے۔ ہماری کسقدر ناسپاسی و ناشکری ہے کہ ہم ان کے علوم سے بے بہرہ ہونے کے باوجود ان کے اس احسان ہی کی تردید نہیں بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کی ہوئی تفسیر قرآن سے ہی منکر ہو جائیں اور پھر اسی اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر ہم آج اس قربانی کا انکار کر رہے ہیں جو سب پیغمبروں کی سنت رہی ہے اور جو خود قرآنِ کریم سے ثابت ہے اور احادیثِ پیغمبر سے تو اس کا ثبوت تواتر سے مل رہا ہے۔ ذیل میں ہم ان حدیثوں کو پیش کر رہے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قربانی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ ہے چنانچہ بخاری شریف کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے۔

سید الکونین کا ارشاد

عن براء بن عازب: اَنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَاُ بِهٖ فِیْ یَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُّصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ۔

رواہ البخاری ومسلم وابوداود والترمذی والنسائی وابن ماجہ واحمد۔ مفصلاً بذہ قطعہ

"یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی وہ چیز جس کی ہم ابتداء کرتے ہیں اس عید قربان کے دن میں وہ یہ ہے ہم نماز پڑھتے ہیں پھر لوٹ کر قربانی کرتے ہیں۔"

من حدیث الطویل

اس جگہ "نحر" کا لفظ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ قربانی تفسیر ہے قرآن کے اس ارشاد کی جس میں "والنحر" کا حکم ہے جو پہلے ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ پیغمبر کا یہ عمل مدینہ میں تھا نہ کہ مکہ میں. کیونکہ مکہ میں حاجیوں پر نماز عید پڑھنی ضروری نہیں اور نہ ہی وہ پڑھتے ہیں یہاں نماز کا ذکر ہے اور اس کے بعد قربانی کا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ عمل خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں جمع کے صیغے ارشاد فرمائے ہیں۔

ترمذی شریف میں روایت ہے۔

حدیث نبوی ۳

عن عبد اللہ بن عمرؓ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ. رواہ الترمذی	(یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال قیام پذیر رہے اور ہمیشہ قربانی کرتے رہے۔

و قال ہذا حدیث حسن

حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اتنے مالدار نہیں تھے کہ ان پر زکوٰۃ دینا واجب ہوتی مگر باوجود اس کے قربانی ضرور کیا کرتے تھے تاکہ امت پر اس سنت کی عظمت واضح ہو جائے اور کوئی انکار نہ کر سکے۔

حدیث نبوی ۴

ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا (ابن ماجہ)

یعنی جو شخص وسعتِ مال کے باوجود قربانی نہیں کرتا تو اس کو ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہیں آنا چاہیئے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو صاحب مال ہو کر قربانی نہیں کرتا گویا وہ مسلم معاشرے کا فرد ہی نہیں گردانا جائے گا۔

بخاری شریف میں صاف مدینہ کے الفاظ موجود ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

حدیث نبویؐ

نَحَرَ النَّبِيُّ بِيَدِهٖ سَبْعَةَ بُدُنٍ قِيَامًا وَّ ضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ ! (بخاری شریف)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے سات اونٹ اس طرح ذبح کئے کہ وہ کھڑے تھے اور مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھے قربانی میں ذبح کیا کرتے تھے

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے علاوہ ابن ماجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ ذکر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

حدیث نبویؐ

عن مخنف بن سُلَیم: يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَّةً۔ رواہ ابن ماجہ والترمذی والنسائی وابوداؤد واحمد۔ مفصلاً ونقلت بقدر الکفایہ۔

یعنی اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی کرنا لازم ہے۔

اس سے قربانی کا لزوم اور ضروری ہونا ثابت ہوا۔ اسی سے امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ یہ استدلال کرتے ہیں کہ قربانی کرنا واجب ہے اور ایک قول امام احمدؒ کا بھی یہی ہے مگر امام شافعیؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ "واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور سنت بھی مسلمانوں پر لازم ہے"۔

بخاری شریف میں حضرت عمرؓ کا یہ خطبہ مشہور ہے جس میں فرمایا :-

حضرت عمر فاروقؓ کا خطبہ

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ نَھٰکُمْ عَنْ صِیَامِ ھٰذَیْنِ الْعِیْدَیْنِ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَیَوْمُ فِطْرِکُمْ مِنْ صِیَامِکُمْ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَیَوْمٌ تَاْکُلُوْنَ مِنْ نُسُکِکُمْ۔ (بخاری شریف)	یعنی اے لوگو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو عیدوں میں روزہ رکھنے سے تم کو منع فرمایا ہے ان میں سے ایک تو تمہارا عید فطر کا دن ہے جو روزوں کی عید ہے اور دوسرا وہ دن ہے جس میں تم قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ خطبہ مدینہ منورہ میں دیا ہے اور اس کے اندر "نُسک" کا لفظ ہے۔ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ "نُسک" اس قربانی کو کہتے ہیں جو مکہ سے باہر کی دنیا کے مسلمان کرتے ہیں۔ باقی مکہ میں حاجی لوگ جو قربانی کرتے ہیں اس کا نام "ہدیہ" ہے نہ کہ "نُسک"۔ معلوم ہوا کہ صحابہؓ کرام مدینہ منورہ میں قربانیاں بھی کیا کرتے تھے اور ان کا گوشت بھی کھایا کرتے تھے۔ اگر قربانی کی کوئی اصلیت نہ ہوتی تو حضرت عمرؓ کے اس عام ارشاد پر کسی ایک صحابی نے تو اعتراض کرنا

کرنا تھا مگر کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ صحابہ کا طرزِ عمل بخاری شریف میں یہ ذکر ہے۔

حدیث نبویؐ

كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُسَمِّنُوْنَهَا (بخاری شریف)

یعنی ہم مسلمان مدینہ میں قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کیا کرتے تھے اور سارے مسلمان اپنی قربانیوں کے جانوروں کو موٹا تازہ کیا کرتے تھے۔

پس اگر قربانی مکہ سے باہر جائز نہ ہوتی تو پیغمبر کے تربیت یافتہ صحابہؓ اس طرح تواتر سے عمل کیسے کرتے کیوں کہ صحابہ کی زندگیاں قرآنی عمل کا مکمل نمونہ ہیں اور ان ہی کے واسطہ سے دین ہم تک پہونچا ہے۔ قربانی کرنا نہ صرف ثابت ہے بلکہ صحت مند اور بے داغ جانور کی قربانی کرنا ضروری ہے۔

قربانی کے متعلق بعض ضروری مسائل

مسئلہ اول یہ کہ قربانی اصحاب استطاعت پر واجب ہے یعنی جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے ان پر قربانی واجب ہے فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ کیلئے ایک سال تک صاحب نصاب ہونا ضروری ہے مگر قربانی کے لئے صرف عید قربان کے ایام میں صاحب نصاب ہونا ضروری ہے خواہ پہلے سارے سال میں غریب ہی رہا ہو لیکن قربانی کے دنوں میں مالدار ہو گیا تو قربانی واجب ہو جاتی ہے ہمارے حنفی بھائی چونکہ سنت کی اہمیت کے قائل نہیں اس لئے قربانی کی تاکید میں حدیثیں دیکھ کر وجوب کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ چنانچہ ہدایہ اور شامی وغیرہ میں قربانی کو واجب قرار دیا ہے مگر جمہور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں، اور تاکیدی حدیثوں سے سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ واجب چنانچہ امام شافعی نے اس حدیث سے اس کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث نبویؐ

اِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ فَاَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ۔

(رواہ احمد و مسلم بالالفاظ المختلفۃ)

یعنی جب ماہ ذوالحجہ کا عشرہ داخل ہو اور تم میں کوئی قربانی کا ارادہ کرے تو پھر نہ اپنے بال کٹوائے اور نہ ہی ناخن تراشے۔

اس حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے کو ارادہ کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے اور ارادہ کے ساتھ مشروط واجب یا فرض نہیں ہوا کرتا بلکہ سنت ہوا کرتی ہے لہٰذا جمہور محدثین کا مذہب صحیح ہے اور جن حدیثوں میں بھی تاکیدی الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ سب سنت کو مؤکدہ ثابت کرتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجاتا تو عام صحابہ کرام نمازوں کے بعد چلتے پھرتے بلند آواز سے تکبیریں پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ بازار میں بھی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے اور ان کو سن کر دوسرے مسلمان بھی تکبیریں کہتے تھے اور گھروں میں عورتیں بھی بلند آواز سے تکبیریں کہا کرتی تھیں (رواہ البخاری والحاکم والبیہقی والطبرانی فی الاوسط) مگر آج ہم عام مسلمان اس سنت کو چھوڑ چکے ہیں، اہلحدیث حضرات کو چاہیئے کہ اس سنت کو زندہ کریں بڑا ثواب ہوگا۔ ایک فراموش سنت کو زندہ کرنا کتنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ وہ تکبیریں یہ ہیں:- اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد، والترمذی، والنسائی وابن ماجہ والحاکم والبیہقی۔ اور حصن حصین میں اس کے بعد یہ الفاظ زائد بھی منقول ہیں کہ لِلّٰہِ الْحَمْدُ کے بعد یہ پڑھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا۔ ان کا ترجمہ ہے کہ اللہ بہت بڑا ہے، کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے حمد وثنا ہے حصن حصین والے الفاظ

کے معنی بھی یہی ہیں بہر حال اس سنت کو فراموش رکھنا بہت بڑا گناہ اور اس کو زندہ کرنا بڑا ہی ثواب ہے۔

تیسرا مسئلہ قربانی کے جانور کے عیب کے بارے میں ہے عیب والے جانور کی قربانی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے مگر ہم لوگ بہت بے احتیاطی کرتے ہیں مثلاً حضرت علیؓ سے روایت ہے۔

حدیث نبوی

أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَأَنْ لَا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ

رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی وابن ماجہ والحاکم والبیہقی والبزاز

یعنی ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا تھا کہ ہم قربانی کے جانور کی آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھ لیا کریں اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ ہم چار قسم کے عیب دار جانوروں کی قربانی نہ کیا کریں ایک مقابلہ یعنی وہ جانور جس کے کان ایک یا دونوں سامنے سے کٹے ہوئے ہوں اور دوسرا مدابرہ یعنی وہ جانور جس کا کوئی کان یا معنون کسی ایک جانب سے کٹے ہوئے ہوں تیسرا شرقاء یعنی وہ جانور جس کے کانوں میں سے کسی ایک کان یا دونوں لمبائی میں کٹے ہوئے ہوں چوتھا خرقاء یعنی وہ جانور جس کے ایک کان یا دونوں میں گول سوراخ کر دیئے گئے ہوں۔

یہ حدیث کا ترجمہ جس سے ثابت ہوا کہ جانور کا بے عیب ہونا ضروری ہے یہاں تک کہ اس کے ہر ہر عضو و اندام کا بے عیب ہونا ضروری ہے مگر نہ معلوم بعض حضرات نے کہاں سے اجتہاد کر کے یہ مسئلہ بنایا ہے کہ کسی عضو کا نصف سے کم حصہ کٹا ہوا ہو یا ضائع ہو چکا ہو تو وہ جائز ہے حالانکہ مذکورہ بالا حدیث سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ کوئی عضو سارا موجود بھی ہو تو اس عضو میں سوراخ وغیرہ ہونے کی صورت میں بھی قربانی منع ہے بعض حضرات نے حضرت براأ ابن عاذب کی روائت کو اپنے اجتہاد کی دلیل قرار دیا ہے مگر اس حدیث کے الفاظ سے یہ مسلک ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قربانی میں کس قسم کے جانوروں سے اجتناب کرنا چاہیئے تو آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ چار قسم کے جانوروں سے مجتنب ہونا لازم ہے پھر ان چار کے لئے حسب ذیل الفاظ ارشاد فرمائے۔

حدیث نبوی

اَلْعَرْجَاءُ الْبَیِّنُ ظَلْعُهَا
وَالْعَوْرَاءُ الْبَیِّنُ عَوَرُهَا
وَالْمَرِیْضَةُ الْبَیِّنُ مَرَضُهَا
وَالْعَجْفَاءُ الَّتِیْ لَا تَنْقِیْ۔

رواہ مالک و احمد و ترمذی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ والدارمی و ابن حبان والحاکم والبیہقی وصححہ الترمذی والنووی

یعنی اول، ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن چلنے میں ظاہر ہو، دوم ایسا کانا کہ اس کا کانا پن ظاہر ہو، سوم ایسا بیمار کہ اس کی بیماری ظاہر ہو، چہارم ایسا بوڑھا کمزور کہ اس کی ہڈیوں میں مغز بھی باقی نہ رہا ہو۔

مگر اس حدیث کے الفاظ سے کہیں بھی یہ مسلک ثابت نہیں ہو رہا۔ یہ نصف اور تیسرے حصے کی تخصیص کرنا کسی بھی حدیث میں نہیں ہے۔

لہٰذا حدیث کے نقطۂ نظر سے جانور کے ہر اندام کو صحیح وسلامت ہونا چاہیئے۔ اسی لئے حضرت علیؓ سے روایت بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ جو

اَعْضَبُ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ

رواہ ابن ماجہ واحمد وابوداؤد وترمذی ونسائی والبیہقی والمنذری وصحہ والترمذی

یعنی ایسے جانور کی قربانی دینے سے منع فرمایا جس کے سینگ اور کسی ایک کان میں ٹوٹ پھوٹ ہو۔

اس لئے مسلمانوں کو کسی ایسے جانور کی قربانی سے بچنا چاہیئے جس کے کسی عضو میں کوئی عیب ہو۔

چوتھا مسئلہ

اول وقت قربانی کونسا ہے؟

اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صاف حدیث موجود ہے۔

حدیث نبویؐ

اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَءُ بِہٖ اَنْ نُّصَلِّیَ ثُمَّ نَنْحَرُ مَنْ ذَبَحَہٗ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَھُوَ لَحْمٌ لَّہٗ وَالَیْسَ مِنَ النُّسُکِ فِیْ شَیْءٍ الْاٰخِرَۃِ

یعنی جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے وہ اس کے لئے گوشت ہے کھالے قربانی نہیں اس کی جگہ دوسری قربانی کرنی چاہیئے۔

یہ حدیث صحیح بخاری ومسلم میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ بخاری اور مسلم میں یہ روایت موجود ہے۔ جندبؓ ابن

عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عید قربانی پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کسی شخص نے کوئی جانور ذبح کیا ہوا ہے حضور نے پوچھا کہ یہ کس نے ذبح کیا ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں شخص نے قربانی کی ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کی قربانی نہیں ہوئی اس کو چاہیئے دوسرا جانور لے کر ذبح کرے۔ اس کے بعد اپنے خطاب میں عام لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے بھی نماز سے پہلے قربانی کی اس کی قربانی جائز نہیں ہے اس کو چاہیئے اس کی جگہ کوئی دوسرا جانور ذبح کرے رواہ البخاری والمسلم سنن اربعہ میں حضرت جابرؓ سے اسی قسم کی ایک اور حدیث موجود ہے ان احادیث سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہؤا کرتا ہے نہ کہ قبل مگر حنفیوں نے پہلے یہ ایک غلط مسئلہ بنایا کہ دیہاتوں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے لہٰذا دیہاتیوں پر نماز عید بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس غلط مسئلہ کی بناء پر ایک اور غلط مسئلہ یہ بنایا کہ دیہاتوں میں رہنے والے جو نمازِ عید نہیں پڑھتے وہ صبح سویرے ہی نماز صبح کے فوراً بعد قربانی کر سکتے ہیں بلکہ ہدایا اور شامی میں یہ بھی ذکر ہے کہ اگر کسی شہر میں رہنے والے شخص نے اپنی قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دیا اور وہاں کسی کو اپنا وکیل بنا دیا کہ وہ اس کی قربانی ذبح کر دے تو وہ وکیل صبح سویرے ہی قربانی کر دے تو شہری کی یہ قربانی جائز ہو جائے گی۔ حالاں کہ

حدیثوں سے یہ ثابت سرے سے ہی نہیں کہ کوئی مسلمانوں کی آبادی ہو اور وہاں جمعہ فرض نہ ہو اور نمازِ عید بھی نہ پڑھی جائے بلکہ سب حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ مسلمانوں کی ہر آبادی میں جمعہ فرض ہے اور نمازِ عید پڑھنی بھی لازمی ہے۔ جب ہر آبادی پر نمازِ عید پڑھنی لازمی ہے تو نمازِ عید سے قبل کسی قربانی کا جائز ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے لہٰذا عام مسلمانوں کو چاہیئے خواہ وہ دیہات میں رہتے ہیں یا شہروں میں نمازِ عید بھی پڑھیں اور نمازِ عید کے بعد قربانی کریں۔ نمازِ عید سے پہلے کوئی قربانی نہیں ہو سکتی جو لوگ نمازِ عید سے پہلے قربانی کرتے ہیں ان کی قربانی قطعاً نہیں ہوتی۔

پانچواں مسئلہ — قربانی کے آخیر کا وقت؟

اس میں بھی حنفی حضرات ایک غلط مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عید کے روز کے بعد صرف دو دن قربانی جائز ہے۔ مالکیوں کا مذہب بھی یہی ہے مگر عبداللہ ابن عمرؓ کی روائت جس کو امام مالکؒ نے روائت کیا ہے یہ موقوف ہے، ایسے ہی امام مالک نے حضرت علیؓ کی بھی روائت موقوف نقل کی ہے۔

موقوف کے معنی یہ ہیں کہ صرف صحابی کا قول ہے حضور اکرم صلعم کا فرمان نہیں ہے اور اس کے مقابلہ میں جبیر ابن مطعمؓ کی روائت مرفوع ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایام قربانی عید کے بعد تین دن ہیں چنانچہ امام شافعیؒ نے بھی جبیر ابن مطعمؓ کی حدیث کے مطابق یہی فتوےٰ دیا

ہے کہ عید کے دن کے بعد تین دن قربانی کے ہیں اس لئے کہ حدیث مرفوع جبیر ابن مطعمؓ سے ثابت ہو چکی ہے۔ ابن حبانؒ نے بھی اس کو مرفوع قرار دیا ہے اور امام احمدؒ نے بھی اور دار قطنیؒ نے یہ حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ:

حدیث نبویؐ

كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ذَبْحٌ۔ یعنی سارے تشریق کے دن ذبح قربانی کے دن ہیں۔

اور تشریق کے ایام بالاتفاق عید کے بعد تین ہیں یعنی ۱۳ ر ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ایامِ تشریق ہیں اور یہی قربانی کے دن ہیں۔ چنانچہ جو لوگ ۱۳ ر ویں تاریخ کو قربانی جائز نہیں قرار دیتے وہ اس مرفوع حدیث کے خلاف ہیں۔ مرفوع حدیث وہ ہوا کرتی ہے جو راویوں کے سلسلہ بہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اور امام ابنِ قیمؒ نے "زاد المعاد" میں بھی یہی فتویٰ دیا ہے اور عطا ابن ابی رباح اور امام اوزاعیؒ اور حسن بصریؒ کا یہی فتویٰ نقل کیا ہے۔ لہٰذا حدیثِ مرفوع کے مقابلہ میں ایک موقوف قول پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے۔

چھٹا مسئلہ یہ کہ قربانی میں صرف وہی جانور ذبح کرنا چاہیئے جن کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے؟

چنانچہ سورۂ حج میں ارشاد ہے۔

قرآن حکیم

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى

مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ

دوسری جگہ ان ہی جانوروں کا ذکر سورۃ انعام میں اس طرح آیا ہے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ط

یعنی اونٹ اونٹنی، دنبہ دنبی، بکرا، بکری اور گائے بیل، دنبہ دنبی کے حکم میں بھیڑ نر اور مادہ آجاتے ہیں۔

اس طرح یہ دس قسم کے جانور ہیں یعنی اونٹ۔ اونٹنی دنبہ۔ دنبی بھیڑ مینڈھا۔ بکرا۔ بکری۔ گائے۔ بیل

ساتواں مسئلہ

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا چاہیئے اور ہر مرد کو ذبح کا طریقہ معلوم ہونا چاہیئے۔

حضرت انس رضؓ سے روائت ہے کہ

حدیث نبوی

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَذْبَحُ اُضْحِيَتَهٗ بِيَدِهٖ وَاضِعًا قَدَمَهٗ عَلٰى صَفْحَتِهَا۔ (رواه ابن ماجہ)

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے تھے اور اپنا قدم اس کی گردن پر رکھا ہوا تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھوں سے قربانی ذبح کیا کرتے تھے۔ دوسری روائت میں یہ الفاظ ہیں:-

حدیث نبوی ۲

نَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

بِيَدِهٖ سَبْعَةَ بُدُنٍ قِيَامًا وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ — ہاتھ سے سات اونٹ کھڑا کرکے ذبح کیے اور مدینہ میں دو مینڈھے ذبح کیے۔

(رواہ بخاری)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور خود اپنے ہاتھوں سے ذبح فرمایا کرتے تھے پس قربانی کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا سنتِ نبوی ہے۔ عورتوں کے متعلق یہ اجازت ہے کہ وہ ذبح نہ کرسکیں تو کم ازکم قربانی کرتے وقت پاس ضرور ہوں جیسے حضور نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنی قربانی کے پاس حاضر رہ اور اللہ کا نام یاد کر (رواہ بیہقی) مگر عورتوں کے لئے بھی بہتر یہی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اپنی بیٹیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی قربانیاں ذبح کرو۔ (بخاری)

مگر آج کے دور میں مسلمان اتنے اپاہج اور کاہل ہو گئے ہیں کہ عورتیں تو کجا خود مرد بھی اپنے ہاتھوں سے ذبح نہیں کرتے بلکہ قصابوں سے ذبح کرواتے ہیں، جن بے چاروں کو ذبح کے مسائل تک کا علم نہیں ہوتا۔

آٹھواں مسئلہ ہر گھر کی طرف سے صرف ایک ہی شخص کی قربانی کافی ہے؟ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ يُضَحِّي عَنْ جَمِيعِ اَهْلِهٖ - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے

دوسری حدیث میں ہے کہ ابوایوب رضی انصاری فرماتے ہیں:-

حدیث نبوی صلعم

كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ - انسان اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی دیتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ایک خاندان کی طرف سے صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے قربانی کافی ہے۔ حضرت ابوایوب رضی انصاری اُن لوگوں کی سخت تردید فرمایا کرتے تھے جو شہرت و نمود کے لئے ایک سے زائد قربانی کرتے ہیں اور حضرت ابومسعود رضی انصاری نے تو اسی لئے قربانی کرنا ترک کر دیا تھا کہ لوگوں نے فخر کے لئے ایک سے زائد قربانی دینا شروع کر دی تھیں۔

نواں مسئلہ

مالدار مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا اپنے آباؤ اجداد یا اساتذہ کی طرف سے بہت کم قربانی کرتے ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم کی طرف سے قربانی کرنا تو بڑا ثواب ہے خود حضور اکرم نے آخری سال دو دنبے ذبح فرمائے اور ایک کو ذبح کرتے وقت فرمایا:

هٰذَا مِنْ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ - یعنی یہ قربانی محمد اور آپ کے اہل و عیال کی طرف سے ہے۔

اور دوسرے کو ذبح کرتے وقت فرمایا:-

هٰذا عَنّی لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمّتی (رواہ البخاری و مسلم و بزاز و الحاکم)

یعنی یہ قربانی میری امت کے ہر اس شخص کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکتا۔

اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی آنحضرت کی طرف سے ایک قربانی کریں ایسا نہ کرنا بڑی ناشکری ہے، اس لئے حضرت علیؓ ہر سال دو قربانیاں کرتے تھے، لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ ایک قربانی تو میں اپنے اہل و عیال کی طرف سے کرتا ہوں اور دوسری رسول اللہ کی جانب سے کیونکہ

حدیث نبوی ﷺ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں پس میں اُن کی طرف سے قربانی کیا کرتا ہوں۔

اس کے علاوہ بھی حدیثوں سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام اور ائمہ عظام اپنے مسلمان بزرگوں کی طرف سے ایک قربانی کرتے تھے مگر یہ یاد رہے کہ کسی دوسرے کی طرف سے قربانی اس وقت جائز ہوتی ہے جبکہ قربانی کرنے والا ایک قربانی اپنی کر چکا ہو ورنہ خواہ امیر ہو یا غریب دوسرے کے لئے قربانی جائز نہ ہوگی۔

دسواں مسئلہ

یہ کہ ہمارے حنفی بھائی قربانی کے ساتھ عقیقہ کی شرکت کو جائز قرار دیتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے حدیثوں سے یہ تو ثابت ہے کہ بھیڑ مینڈھا، دنبہ، دنبی، بکرا، بکری تو صرف ایک ہی شخص کی قربانی ہو سکتے ہیں۔ البتہ اس کے اہل و عیال کی طرف سے

وہ ایک ہی قربانی کافی ہوگی اور گائے، بیل میں سات اشخاص شریک ہو سکتے ہیں، اور اونٹ، اونٹنی میں دس اشخاص شریک ہو سکتے ہیں۔ دلیل یہ حدیث ہے۔

حدیث نبویؐ

عَنْ اِبْنِ عَبَّاس قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحٰى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيْرَةِ عَشَرَةً ۔

یعنی عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ کے ساتھ تھے کہ عید قربان آگئی تو ہم نے قربانی اس طرح کی کہ بقرہ میں سات اور بعیرہ میں دس افراد شریک ہوئے۔

(رواہ الترمذی والبزاز والدارمی فی الاوسط)

بقرہ گائے، بیل دونوں کو کہا جاتا ہے اور بعیرہ اونٹ، اونٹنی دونوں کو گو بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ صحابہ اونٹ، اونٹنی میں بھی سات افراد ہی شریک ہوا کرتے تھے اس لئے بعض علمائے حدیث کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ اور اونٹنی میں بھی صرف سات افراد ہی شریک ہوا کرتے ہیں۔ گائے بیل میں اور اونٹ اونٹنی میں یہ حضرات کوئی فرق نہیں کرتے مگر صحیح مذہب یہی ہے کہ اونٹ اونٹنی میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ اسکی دو دلیلیں ہیں ایک عقلی اور دوسری نقلی، عقلی دلیل یہ ہے کہ گائے، بیل اور اونٹ، اونٹنی کی جسامت میں بہت فرق ہے۔ گائے بیل کی نسبت سے اونٹ اونٹنی میں زیادہ گوشت ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کے احکام میں بھی فرق لازمی ہے۔ دوسری نقلی دلیل یہ ہے کہ رافع بن خدیج سے مبحث غزوات میں یہ وائت

ہے کہ صحابہ بھوکے تھے اور جہاد میں مال غنیمت کے طور پر بہت سے مویشی ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تقسیم فرمائی کہ بکرا، بکری، دنبہ دنبی، بھیڑ، مینڈھے میں تو ایک شخص کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ فرمایا ہر شخص کو ایک ایک جانور دے دیا گیا۔ مگر گائے، بیل میں سات سات افراد کو شریک فرمایا اور اونٹ، اونٹنی میں ایک ایک میں دس دس افراد کو شریک فرمایا (رواہ البخاری و مسلم والنسائی والحاکم والدارقطنی والبزاز) اس سے ثابت ہوا کہ اونٹ اونٹنی میں ایک جانور دس بکروں وغیرہ کے برابر ہے لہٰذا صحیح مذہب علمائے حدیث کا یہی ہے کہ اونٹ اونٹنی میں دس دس اشخاص شریک ہو سکتے ہیں اور جن روایات میں سات کی شرکت کا ذکر ہے وہاں کسی ایک شخص نے دو قربانیاں یا تین خرید لی ہوں گی یہی صحیح ہے مگر یہ شرکت تو ہے صرف قربانی میں عقیقہ کو اس کے ساتھ ملانا نہ تو کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کا اس پر کوئی عمل ثابت ہے نہ معلوم حنفی علماء نے یہ فتویٰ کس دلیل کی بناء پر دیا ہے یہ بہت بڑا ظلم ہے اگر قربانی کے حصوں میں سے کوئی ایک حصہ یا دو حصے عقیقہ کے ملا لئے تو کسی کی قربانی بھی درست نہ ہوگی سب کی قربانی ضائع ہو جائے گی اس غلطی سے حنفی بھائیوں کو بچنا چاہیئے اور اپنی قربانیوں کو باطل ہونے سے بچانا لازمی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

عبد الرحمٰن فاضل دیوبند

محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ کا فتویٰ

وَالاَولیٰ اَنْ تُقَامَ فِی الصَّحْرَاءِ تُکْرَہُ فِی الجَامِعِ اِلاَّ لِعُذْرٍ (غنیۃ الطالبین)

عید جنگل میں پڑھنی چاہیئے اور جامع مسجد میں بلا عذر مکروہ ہے۔

سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو زندہ کرنا سو شہید کا ثواب ہے

كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ (مجمع الزوائد)

یعنی تمام تشریق کے دن قربانی کے دن ہیں

۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ دس تاریخ سے لیکر ۱۳ تاریخ

تک ذبح قربانی کے دن ہیں!

پیر سید
عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کا فتویٰ

اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ
بَعْدَ النَّحْرِ (غنیۃ الطالبین ص۴۲۱)

یعنی یوم عید کے بعد تشریق کے تین دن
اور ہیں ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳- دس تاریخ سے
لے کر ۱۳ تاریخ تک قربانی جائز ہے

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر

کی جانب سے شائع ہو کر مفت تقسیم ہونے والی کتابوں کی ایک جھلک

۱- کلمہ طیبہ
۲- اتباعِ رسول ﷺ
۳- ہندوستان میں اشاعتِ اسلام
۴- شیخ ابن باز کا پیغام مسلمانانِ عالم کے نام
۵- حقیقتِ شرک
۶- وجود باری تعالیٰ کا علمی ثبوت
۷- عقیدۂ توحید
۸- اسلامی پردہ
۹- اسلامی عقیدہ
۱۰- حدیثِ قبور
۱۱- تبلیغی نصاب اور قرآنی تعلیمات
۱۲- فریضۂ زکوٰۃ اور اسلام
۱۳- ہمارا امام
۱۴- اصلی اہلِ سنّت کون؟
۱۵- اصلاح عقیدہ
۱۶- ثعبان محمدی
۱۷- تحفۂ محمدی
۱۸- براءتِ محمدی
۱۹- تعویذِ محمدی
۲۰- رسوم اسلامیہ
۲۱- وہم و رسم اور شریعت
۲۲- تصوف کے چہرے مختلف ادوار میں
۲۳- بدعت اور سنت میں فرق
۲۴- مروجہ بدعات و رسوم کی حقیقت
۲۵- غور طلب سوالات
۲۶- اختلاف سنّت کے اسباب اعراض کا صحیح حل
۲۷- فضائل عشرۂ ذی الحجہ اور مسائل قربانی
۲۸- اسلام کی بنیاد
۲۹- رمضان المبارک کے فضائل و احکام
۳۰- اطاعتِ رسول ﷺ کی شرعی حیثیت
۳۱- محفلِ میلاد
۳۲- مسلمان اور قبر پرستی
۳۳- مساجد میں شور و غل
۳۴- شرعی طلاق
۳۵- استنجا اور وضو کے احکام و مسائل
۳۶- فوز المرام فی قراۃ فاتحہ خلف الامام
۳۷- فلسفہ قربانی با اصول قرآنی
۳۸- میں اہلِ حدیث کیوں ہوا۔
۳۹- اللہ تعالیٰ کا وجودِ ذی جود
۴۰- خمینی اور تشیع
۴۱- احسن الجزاء فی تحقیق مسائل العزاء
۴۲- حکم النبی بکفر من لا یصلی المعروف بے نماز کا رسالہ
۴۳- ازالۃ الاشتباہ عن انوار الانتباہ
۴۴- قرآن خوانی اور ایصال ثواب
۴۵- ماہ ربیع الاول اور حبِ رسول ﷺ کے مظاہر
۴۶- اہلِ تصوف کی کارستانیاں

ملنے کا پتہ: مکتبہ مسلم بربرشاہ سری نگر ۱۹۰۰۰۱ کشمیر

آئینہ

جمعیۃ اہلِ حدیث، جموں و کشمیر

جمعیۃ کی تاسیس	۱۹۲۴ء
جمعیۃ کا پہلا نام	انجمن اہلِ حدیث
جمعیۃ کا دوسرا نام	جمعیۃ اہلِ حدیث جموں و کشمیر

جمعیۃ کے مراکز

ضلع مراکز	۱۴	اساتذہ کلیات	۱۸
تحصیل مراکز	۴۹	مکاتب و مساجد	۶۰
اکائیاں	۳۵۰	اساتذہ مکاتب و مساجد	۶۰
مساجد	۲۰۰	طلبار مکاتب و مساجد	۱۲۰۰
ائمہ و خطبار	۲۰۰	مکتبہ جات	۲
گشتی مبلغین	۱۰	عملہ مکتبہ جات	۳
مدارس عصریہ	۱۱	لائبریریاں	۱۰۰
طلبار مدارسِ عصریہ	۲۳۵۰	اخبار و رسائل (اخبار مسلم)	۱
اساتذہ مدارسِ عصریہ	۹۳	تعداد مطبوعات کتب	۲۵
کلیات عربی	۱	مرکزی لائبریری	۱
طلبار کلیات	۱۰۰		

آئندہ کے منصوبے

۱ - طبیہ کالج کا قیام

۲ - ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام

۳ - ایک پرنٹنگ پریس

۴ - یتیم خانہ

۵ - مسافر خانہ و سرائے

۶ - ایک علمی ادبی میگزین کا اجرار

اپیل

دینی تعلیمی اداروں کی بقا اہلِ خیر اور ہمدردوں کے تعاون پر منحصر ہے
خصوصاً ایسے ملک اور معاشرہ میں جہاں اسلامی ادارے کسی سرکاری سرپرستی
اور مراعات سے محروم ہوں، صرف یہی تعاون ان کی شہ رگِ حیات کو تازہ رکھتا ہے
ملت کے لئے ان اداروں کی سرپرستی اور مالی تعاون ایک روایت نہیں بلکہ
اہم ترین ملی و دینی فریضہ ہے۔ جس سے انحراف خودکشی کے مترادف ہوگا۔
ہماری سینکڑوں سالہ ملی و جماعتی تاریخ شاہد ہے کہ یہ ادارے اصحابِ خیر کے تعاون
سے ہی دینی تعلیم و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ یہ پاکیزہ روایت آج بھی
قائم ہے اور انشاء اللہ ملت و جماعت میں ایثار و تعاون کا یہ جذبہ آخر تک
برقرار رہے گا۔ سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں و کشمیر کی وقت کا
وہ اہم ترین قدم ہے جو دینِ خالص کی بقا اور قرآن و سنت کی تبلیغ و اشاعت
کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ یہ قدم آگے ہی بڑھتا رہے اور اس مقدس شمع کی
روشنی دور و نزدیک پھیلتی رہے اس کے لئے آپ کو بھی ایثار و تعاون کا
قدم بڑھانا ہے۔ آپ کے ہم قدم ہونے پر ہی یہ کارواں منزلِ مقصود
تک پہنچ سکتا ہے۔ والسلام

(سکریٹری ٹرسٹ)